(۷۱)

مقابلہ اور لڑائی میں بھی تمہارا طریق ظالمانہ نہ ہو

(فرمودہ ۴۔جون ۱۹۱۵ء)

حضور نے تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ [1]

اس کے بعد فرمایا:۔

قرآن کریم نے انسان کی زندگی کے لئے جس قدر ضروری مسائل تھے ان سب کو خوب کھول کھول کر بیان کر دیا ہے اس لئے ایک ایسا شخص جو قرآن شریف پر ایمان لاتا اور اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اسے اپنی زندگی کے کسی پہلو میں بھی روحانی ترقی کرنے یا روحانیت کو قائم رکھنے کے لئے کسی اور کتاب کی کچھ ضرورت نہیں ہے، نہ وہ اس بات کا محتاج ہے کہ دوسرے مذاہب کے علماء سے کسی بات کے متعلق فتویٰ پوچھے، نہ وہ اس بات کا محتاج ہے کہ کسی اور مذہب کی کتاب سے کوئی فتویٰ ڈھونڈے، اور نہ اس کو اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنے عقل وفکر سے کسی معاملہ کے متعلق کوئی بات دریافت کرے۔ ہاں اگر اس کو ضرورت ہے تو اس بات کی کہ قرآن شریف پر غور وفکر اور تدبر کرے کیونکہ جو کچھ ضرورتیں اس کو درپیش ہیں اور جو رکاوٹیں اس کے رستہ میں حائل ہیں ان سب کو دور کرنے کا طریق قرآن شریف نے بتا دیا ہے۔

انسان کی زندگی میں جہاں بہت سے دوست، عزیز اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں وہاں

دشمنوں سے بھی اسے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر ایک طرف ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اس کی عزت وآبرو اور راحت وآرام کیلئے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں تو دوسری طرف ہر ایک انسان کیلئے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اس کو دکھ اور مصیبت میں ڈالنے کے لئے اپنے آپ کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ بہت سے ایسے انسان ہوتے ہیں جو اپنی جان ومال اور عزت کو اس خیال سے برباد کر دیتے ہیں کہ دوسرے کی جان ومال اور عزت تباہ ہو جائے۔ ہر ایک انسان کو یہ باتیں پیش آتی ہیں کہ کوئی اس کی محبت کا دم بھر رہا ہے تو کوئی اس کی دشمنی کی آگ کو سینہ میں دبائے ہوئے ہے، کوئی اس کا عزیز ہے تو کوئی اس کے خون کا پیاسا، کوئی جان دینے کے لئے تیار ہے تو کوئی جان لینے کے درپے۔ پس جب ہر ایک انسان کی زندگی کا یہ حال ہے تو وہ کتاب جو انسان کی روحانی ترقی کیلئے آئی ہو اس کا یہ بھی کام ہے کہ جہاں وہ دوستوں، عزیزوں اور پیاروں کے ساتھ برتاؤ کا طرز بتائے وہاں دشمنوں اور مخالفوں کے ساتھ سلوک کرنے پر بھی روشنی ڈالے۔ قرآن شریف نے دونوں طریق بتائے ہیں۔ اگر ایک طرف والدین، بھائی، بہن وغیرہ رشتہ داروں، دوستوں، آشناؤں اور تمام بنی نوع انسان سے خواہ وہ کسی قوم، کسی مذہب، کسی ملک کے ہوں، خواہ کسی عمر کے ہوں، مرد ہوں، عورتیں ہوں، بچے ہوں بوڑھے ہوں، ان سب کے تعلقات اور سلوک کی ہدایات بتائی ہیں تو دوسری طرف دشمنوں اور معاندوں سے بھی سلوک کرنا بتایا ہے۔ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ دشمن کے ساتھ تمہیں کس طرح معاملہ کرنا چاہیئے۔ فرمایا لڑو اور جنگ کرو اللہ کے راستہ میں یعنی دین کے معاملہ میں تمہیں جنگ کرنے کا حکم ہے مگر کہاں اور کن لوگوں سے؟ ان سے جو تم پر حملہ آور ہوں۔ اگر وہ تمہیں دین کے معاملہ میں تنگ کریں اور تمہیں دین سے ہٹانے اور بدلانے کیلئے یا تمہارے دین کو مٹانے کیلئے جنگ کریں تو تم بھی ایسے لوگوں سے ضرور جنگ کرو لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ تمہیں یہ اجازت نہیں کہ کسی قوم پر اس لئے حملہ کر دو کہ وہ تمہارے دین میں نہیں ہے اور تمہارے مذہب کو قبول نہیں کرتی، قرآن شریف کو نہیں مانتی۔ ہاں اگر کوئی قوم تمہیں مذہب سے برگشتہ کرنے اور تمہارے مذہب کو تباہ کرنے کیلئے تم پر حملہ کرے تو پھر تمہیں اس سے لڑنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ حکم ہے، پس تم ضرور اس سے لڑو لیکن ایک اور بات بھی لڑائی کے وقت تمہارے مدنظر رہنی چاہیئے اور وہ یہ کہ جنگ میں جوش اور غصہ کی وجہ سے انسان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ بہت لوگ نرم طبع

ہوتے ہیں لیکن اگر ایک دفعہ انہیں غصہ آ جائے تو پھر ان کے جوش کی کوئی حد نہیں رہتی۔ وہ اس جوش میں تمام اخلاقی تعلیمیں اور اخلاقی جذبات کو بھول جاتے ہیں۔ بعض انسان تو ایسے ہوتے ہیں کہ بہت سی سخت باتوں کو برداشت کر جاتے ہیں اور بڑی تکلیفیں اٹھا لیتے ہیں اور غصہ نہیں ہوتے لیکن جب ایسے انسان غصہ ہو جائیں تو ایسے سخت غصہ ہوتے ہیں کہ تمام نرمی کو بھول جاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر دشمنوں سے تمہاری جنگ ہو تو اس بات کا خیال رکھنا کہ جوش اور غصہ میں حد سے نہ گزر جاؤ کیونکہ مسلمان کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس میں خدا تعالیٰ نے دو شرطیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ لڑو مگر ان لوگوں سے لڑو جو تم پر حملہ آور ہوں اور وہ جو حملہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ان پر تم حملہ نہ کرنا یعنی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے نہ لڑنا، جو تلوار اٹھا کر مقابلہ پر آئیں ان لوگوں سے جنگ کرنا۔ دوسری شرط یہ کہ جن لوگوں سے تم لڑو ان سے ایسے طریق سے لڑو کہ ظالمانہ طریق نہ ہو۔ آج کل جنگ ہو رہی ہے وہی قومیں جو بڑی مہذّب بنتی تھیں آج ایسے طریق اختیار کر رہی ہیں جو کہ ظالمانہ ہیں کہیں گیسیں استعمال کی جاتی ہیں تو کہیں قیدیوں کو پکڑ کر لڑائی کے وقت اپنے آگے رکھا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایسے دشمنوں سے لڑو جو تم پر حملہ آور ہوتے ہیں لیکن لڑائی میں اعتداء نہ کرنا بلکہ وہ طریق اختیار کرنا جو ظالمانہ نہ ہو۔ یہ بھی اعتداء میں داخل ہے کہ دشمن کا لباس پہن کر یا اس کا نشان دکھا کر حملہ آور ہونا یا صلح کے بہانے حملہ کر دینا۔ یہ سب ایسے طریق ہیں جو باوجود دشمن کے ساتھ لڑائی کرنے کے بھی جائز نہیں ہیں۔ لڑائی کے وقت بھی انسان کو انسانی حدود کے اندر رہنا چاہیئے۔ اللہ اعتداء کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ فرمایا مسلمانوں کی قوم تو وہ قوم ہے جسے خدا کا محبوب بننا چاہیئے اگر تم لوگ ہی وقتی غصہ اور جوش میں آ کر اعتداء کرو گے تو خدا کے محبوب نہیں بن سکو گے۔ کیونکہ اگر تم لڑائی کے وقت ان حدود کو توڑ کر آگے نکل جاؤ گے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ تمہاری لڑائیاں نفسانی اور اپنی خواہشات کی لڑائیاں ہیں نہ کہ خدا کیلئے۔

اس بات پر خدا تعالیٰ نے کیوں بار بار زور دیا۔ میں نے بتایا ہے کہ جنگ کے وقت ہوش نہیں رہتے۔ دیکھو وہی مہذب قومیں جن کا سب سے بڑا اعتراض قرآن شریف پر یہ تھا کہ یہ لڑائی اور جنگ کی تعلیم دیتا ہے اور قتل و غارت کا سبق پڑھاتا ہے آج ایسے ایسے شرمناک

طریق پر جنگ کر رہی ہیں کہ ان کا نام لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ یہ لوگ کیوں ایسا کرتے ہیں اس لئے کہ غصہ اور غضب میں سب کچھ بھول گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ ایسے موقع پر تمہیں بہت ہی ہوشیار رہنا چاہیئے تا ایسا نہ ہو کہ کوئی ناجائز بات کر بیٹھو۔ میں نے یہ آیت ایک خاص غرض کیلئے پڑھی تھی لیکن حلق خراب ہے۔ اس لئے زیادہ بولا نہیں جاتا۔ تاہم کچھ مختصر سا بیان کر دیتا ہوں۔

۳۰ مئی کے اخبار پیغام صلح میں ایک مضمون چھپا ہے جو ایک ایسے شخص نے لکھا ہے جو کہتا ہے کہ میں قادیان سے ان باتوں کو اچھی طرح معلوم کر کے آیا ہوں۔ وہ لکھتا ہے کہ دوسرا منافقانہ طریقہ یہ اختیار کر رکھا ہے کہ بیعت میں عہد لیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو مہدی مسعود اور مسیح موعود مانو اور پیغمبر خدا کو خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ مانو۔ جب جماعت میں داخل ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ معلوم کراتے ہیں کہ مسیح موعود خود خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہیں۔ پہلے امتی نبی تھے پھر حقیقی نبی ہو گئے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ حضرت صاحب کا ہی کلمہ ہے۔ قرآن شریف دنیا سے مفقود ہو گیا تھا۔ موجودہ قرآن شریف مسیح موعود پر نازل ہوا ہے بھلا یہ منافقت نہیں تو پھر کیا ہے؟ پھر وہ کذاب لکھتا ہے کہ قادیان والے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ''زیارت قادیان حج بیت اللہ ہے''۔ پھر ہماری طرف یہ بات منسوب کرتا ہے کہ قرآن شریف دنیا سے اٹھ کر ثریا پر چلا گیا تھا مسیح موعود نے دوبارہ ہم کو لا کر دیا لہٰذا ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی احسان نہیں ہے ''مسیح موعود خاتم الانبیاء'' ہیں۔ ''مسیح موعود حقیقی نبی ہیں'' اسی طرح کے کئی ایک جھوٹ اس نے بولے ہیں اور خوب دل کھول کر جھوٹ کی غلاظت پر منہ مارا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ ان لوگوں کی عقل اور سمجھ کہاں گئی ہے اور انہیں کیا ہو گیا مگر یہ دشمنی اور عداوت کا نتیجہ ہے کہ اس میں عقل ماری جاتی ہے اور جائز ناجائز میں تمیز کرنے کی اہلیت نہیں رہتی۔ قرآن شریف نے کیا ہی لطیف بات بیان کی ہے کہ اے مسلمانو! تم اپنے دشمنوں سے لڑو۔ اگر تلوار کی جنگ ہو تو تلوار سے اور اگر تحریری اور تقریری جنگ ہو تو اس طرح اور یہ تمہارا حق ہے کہ جن لوگوں کو تم حق پر نہیں سمجھتے ان سے خوب بحث و مباحثہ کرو۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ ایک آریہ سے مذہبی بحث کرے اور جہاں تک اس کی طاقت ہو خوب زور سے کرے اور ایسا ہی کرنے کا آریہ کو بھی حق ہے لیکن کسی کو یہ حق نہیں کہ ایک دوسرے پر افتراء کرے، جھوٹ بولے اور دوسرے کی طرف وہ باتیں

منسوب کرے جو اس نے نہیں کہیں یا اس کا مذہب نہیں کہتا۔ اسی طرح مومن کا فرض ہے اور ہر ایک مومن کا خدا تعالیٰ نے یہ کام مقرر فرمایا ہے اس لئے اسے چاہئیے کہ آریوں، عیسائیوں، برہموؤں اور یہودیوں وغیرہ کو خوب تبلیغ کرے اور پورے زور سے کرے لیکن مباحثہ میں یہ بات ضرور مدنظر رکھے کہ جھوٹ اور افتراء سے کام نہ لے کیونکہ جو قوم جھوٹ اور افتراء کو استعمال کرتی ہے وہ اپنی شکست کا خود اقرار کرتی ہے۔ گویا وہ یہ مانتی ہے کہ ہمیں اپنے دشمنوں اور مخالفوں میں اب کوئی عیب نظر نہیں آتا، اس لئے ہم خود ان کیلئے باتیں بناتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا مذہب ہے جو جھوٹ کو پھیلاتا اور سچائی کو دباتا ہے تو اس کیلئے افتراء اور جھوٹ کی کیا ضرورت ہے اس میں تو خود بہت سی ایسی باتیں ہوں گی جو اس کے نقائص کی تصدیق کریں گی اور اسے لغو مذہب قرار دیں گی۔

کہا گیا ہے کہ مبائعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خَاتَمَ النَّبِیّٖن نہیں مانتے۔ لیکن مجھے افسوس آتا ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور پھر باوجود اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خَاتَمَ النَّبِیّٖن بھی کہتے ہیں وہ خاتم یعنی مہر ہی کیا ہوئی جو کسی کاغذ پر نہ لگی اور اس نے کسی کاغذ کی تصدیق نہ کی۔ اسی طرح نبی کریم خَاتَمَ النَّبِیّٖن کیا ہوئے جب کسی انسان پر آپ کی نبوت کی مہر نہ لگی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوا۔ اگر آپ کی امت میں کوئی نبی نہیں ہے تو آپ خَاتَمَ النَّبِیّٖن بھی نہیں ہیں اور اگر نبی ہے تب آپ خَاتَمَ النَّبِیّٖن ہیں۔ باقی رہا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو افضل ماننا، اگر کوئی شخص ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو میں اس کے عقیدہ کو لعنتی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ کوئی عزت اور کوئی بڑائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور اطاعت کے بجز نہیں مل سکتی۔ دنیا کی عزتیں اور بڑائیاں تو دنیا سے تعلق رکھتی ہیں مگر خدا تعالیٰ کے حضور عزت اس پاک انسان کی کفش برداری، اطاعت و فرمانبرداری کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ مرزا غلام احمد ہی ہو یا اور کوئی شخص ہو۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہی عزت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلامِ احمد ہے

یہاں حضرت صاحب نے غلام احمد میں نسبت اضافی رکھی ہے۔ پس اگر ہم مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور بعض پہلے نبیوں سے آپ کا رتبہ بلند یقین کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں

کہ آپ کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بلند درجہ رکھنے والا سمجھتے ہیں بلکہ یہی سمجھتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ پایا اور جو کچھ حاصل کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں پایا۔ اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہی تھے پس جو شخص اس کے خلاف کوئی بات ہماری طرف منسوب کرتا ہے وہ اعتداء کرتا اور جھوٹ بولتا ہے۔

یہاں کوئی غیر مبائع نہیں۔ خدا تعالیٰ نے قادیان کو بھی مدینہ کی طرح بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے[۲]۔ جو خبیث اس میں پڑتا ہے اس کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ قادیان میں بھی باوجود اس کے کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں سب کچھ تھا اور سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے یہاں سے ان کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ اب اگر کوئی ان کا ساتھی یہاں رہتا بھی ہے تو وہ منافقت کی حالت میں رہتا ہے اس کو اپنا آپ ظاہر کرنے کی جرأت ہی نہیں۔ پس یہاں ایسے لوگوں کے سامنے جو سب کے سب میرے ہم خیال ہیں مجھے ظاہر کچھ اور پوشیدہ کچھ اور کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم لوگوں کو قادیان آئے ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا ہے کیا کسی کو کبھی میں نے یہ کہا ہے کہ اصل خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ جب تم لوگوں کو نہیں کہا تو وہ دکنی بدنصیب جو خدا جانے کس غرض سے یہاں پہنچا تھا دس دن میں ایسا مخلص کہاں ہو گیا تھا کہ اسے میں نے ایسی پوشیدہ باتیں کہہ دیں جو تم میں سے کسی کو نہ کہیں۔ پس کسی کی طرف وہ باتیں منسوب کرنا جو اس نے نہیں کہیں لعنتی آدمی کا کام ہے۔ ہمارا اس میں دخل نہیں خدا تعالیٰ چاہے تو ایسے آدمی کو سزا دے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ مگر ہمارے لئے یہ خوشی کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے دشمن کو اندھا کر دیا ہے اور اسے ہمارے سچے عیب نظر نہیں آتے۔ اگر کسی کا سچا اور درست عیب ظاہر کر دیا جائے تو وہ اس پر شرمندہ ہوتا ہے۔ ہم میں بھی کئی عیب ہیں کیونکہ ہم انسان ہیں اور کوئی انسان عیبوں سے خالی نہیں ہوتا مگر یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے دشمنوں کو ہمارے عیب نظر نہیں آتے اس لئے انہیں اب یہ ضرورت پڑی ہے کہ جھوٹ بنا کر پیش کریں، یہ ہماری فتح اور کامیابی کی علامت ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں پر غلط الزام لگتا ہے تو وہ کڑھتے اور رنج محسوس کرتے ہیں لیکن انہیں خوش ہونا چاہئے کیونکہ دشمن کا ایسا کرنا خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کی علامت ہے اور یہ اس طرح کہ جب انسان کسی گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ گناہ بڑھتے بڑھتے

اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ سزا کے قابل ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے کسی دشمن کو کھڑا کر دیتا ہے جو اس پر جھوٹا الزام لگاتا اور بدنام کرنا چاہتا ہے۔لیکن وہ چونکہ دراصل سچا ہوتا ہے اس لئے سمجھدار لوگوں کے نزدیک وہ مظلوم سمجھا جاتا ہے اور اس طرح اس کی عزت ہو جاتی ہے۔اگر وہ بات جو اس پر الزام کے طور پر قائم کی گئی تھی صحیح ہوتی تو بے شک وہ بدنام اور بے عزت ہوتا لیکن دشمن کے افتراء اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے اس کی عزت ہو جاتی ہے۔کہتے ہیں کہ ایک دن رنجیت سنگھ کے لڑکے کے باورچی نے کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا تو اس نے ملازم کو حکم دیا کہ اسے سو کوڑے مارو۔اس نے کہا حضور یہ تو اس پر بہت بڑا ظلم ہے کہ نمک کی زیادتی کی وجہ سے اتنی سخت سزا دی جائے۔اس نے کہا میں نے تو اس پر احسان کیا ہے اس نے تو ہمارے کئی سو بکرے کھا لئے ہیں۔اب میں نے چھوٹی سی بات پر اس کو اس لئے سخت سزا دی ہے کہ لوگوں کے نزدیک اس کی عزت بنی رہے اور بدنامی نہ ہو کیونکہ وہ تو یہی سمجھیں گے کہ بے چارے کو نمک کی زیادتی کی وجہ سے مارا گیا ہے اور اصل بات ان سے پوشیدہ رہے گی۔بڑے لوگ خدا تعالیٰ کے اخلاق کے مظہر ہوتے ہیں اس لئے یہ بھی لوگوں سے ایسا ہی سلوک کرتے ہیں کہ کسی کی بدنامی نہ ہو بلکہ عزت ہی قائم رہے۔تو یہ خدا تعالیٰ نے فضل کیا ہے کہ ہمارے مخالفوں کو ہمارے پوشیدہ عیب نظر نہیں آتے اور انہیں اندھا کر دیا ہے اس لئے اب وہ جھوٹ بنانے پر اتر آئے ہیں۔لیکن جب ہم نے خدا کی محبت کیلئے انہیں دور کر دیا ہے تو پھر ان کے حملے ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔مگر تم لوگ یاد رکھو کہ تمہارے بھی بہت دشمن ہیں لیکن تمہیں ان سے خواہ کتنا ہی خطرناک مقابلہ کرنا پڑے تم جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔اگر کوئی تمہاری باتوں کو نہیں مانتا تو نہ مانے۔تم کوئی داروغہ نہیں ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ نے داروغہ بنا کر نہیں بھیجا تو تم کون ہو۔اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتا ہے کہ تم کو ہم نے مصیطر کر کے نہیں بھیجا ۳؎۔پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نگران اور داروغہ نہیں تو ہمارا تمہارا بھی اتنا ہی کام ہے کہ لوگوں تک حق کو پہنچا دیں آگے جو خدا تعالیٰ مناسب سمجھے گا کرے گا۔جس کو وہ آرام اور آسائش کا مستحق سمجھے گا اسے آرام و آسائش دے گا اور جسے سزا اور عتاب کے قابل پائے گا اس سے ایسا ہی سلوک کرے گا۔بہت لوگ ہوتے ہیں جو حق کی بڑی مخالفت کرتے ہیں مگر مرنے سے پہلے ہدایت پا جاتے ہیں۔تو کسی انسان کے اختیار میں یہ بات نہیں کہ دوسرے کو اپنی بات منوا بھی لے یہ

خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہی ہے۔ پس جو شخص ایسا چاہتا ہے گویا وہ خدا تعالیٰ کے اختیارات کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔ پس تم حق کے قبول کروانے کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ ہاں خدا سے یہ کہو اے خدا! ہم سچ بات کے مقابلہ میں دلیل دے سکتے ہیں اور اس طرح مخالف کو خاموش کرا سکتے ہیں لیکن جھوٹ کے مقابلہ میں ہم جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اس لئے جھوٹ بولنے اور افتراء کرنے والے لوگوں کو آپ کے سپرد کرتے ہیں۔ آپ خود ان سے معاملہ کیجئے اور ہمیں اس قسم کے فریبوں اور جھوٹوں سے بچایئے۔ آمین ثم آمین۔

(الفضل ۱۰۔ جون ۱۹۱۵ء)

۱؎ البقرة:۱۹۱

۲؎ بخاری ابواب فضائل المدینة باب فضل المدینة وانها تنفی الناس۔

۳؎ الغاشية:۲۳